اسلامی حکومت کا قیام اور اس کے نفاذ کا عملی خاکہ قسط نمبر ۲

تحریر:۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا
حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ

سورۃ الدھر میں فرمایا۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجلعناہ سمیعا بصیرا۔ انا ھدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا (پ۲۹ آیت نمبر۲،۳)۔

ہم نے انسان کو پانی کی ایک مخلوط بوند سے پیدا کیا۔ ہم اس کو الٹتے پلٹتے رہے یہاں تک ہم نے اس کو دیکھنے سننے والا بنایا۔ ہم نے اس کو راہ سجھادی۔ چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکرا۔

یعنی ہم نے انسان کو پانی کی ایک مخلوط بوند سے پیدا کیا اس بوند کو مختلف اطوار و مراحل سے گزار کر اس کو سننے سمجھنے اور عقل و شعور سے متصف کیا۔ یا یہ مقصد ہے کہ ہم نے انسان کو مخلوط بوند سے اس غرض و مقصد کے لئے پیدا کیا ہم اس کا امتحان لیں اور امتحان کی خاطر ہم نے اسے سمع و بصر جیسی اعلی صفات سے متصف کیا۔ انہیں صفات کا فیض ہے کہ انسان کے اندر خیرو شر اور نیکی بدی میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوئی اور وہ اس قابل ٹھہرا کہ وہ خیر اور نیکی کا راستہ اختیار کر کے اپنے رب کا شکرگزار بندہ بن کر امتحان میں سرخرو ہو اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو۔ یا پھر شر اور بدی کی راہ اختیار کرے اور ناشکرا بن کر امتحان میں ناکامی سے دوچار ہو۔ اس طرح تمام بنیادی نیکیوں اور تمام بڑی برائیوں کا شعور ان کی فطرت میں رکھ دیا۔ اس کو یہاں "ھدینا السبیل" سے تعبیر کیا ہے اور سورۃ البلد میں اس کو یوں بیان کیا ہے۔

الم نجعل لہ عینین و لسانا و شفتین و ھدیناہ النجدین۔(پ ۳۰ آیت نمبر ۸ تا ۱۰)

کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں اور ایک زبان دو ہونٹ نہیں دیئے اور اس کو دونوں راہیں نہیں سمجھادیں۔

یعنی مشاہدہ و شعور اور نطق وبیان کی صلاحیت دینے کے علاوہ اس کو دونوں راستے بھی دکھادیئے۔

سورۃ الشمس میں فرمایا۔ فالھمھا فجورھا و تقوھاO قد افلح من زکھا O و قد خاب من دسھا(پ ۳۰ آیت نمبر ۸ تا ۱۰)

پس اس کو سمجھ دی اس کی بدی اور نیکی کی۔ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو آلودہ کیا۔

گویا دونوں راہوں کے سمجھادینے کی بنا پر انسان خود اپنے اوپر خیر اور شر کا گواہ بن گیا اس طرح انسان کا ضمیر اس کو عہد فطرت کی یاد دہانی کراتا رہتا ہے۔ انسان کے ضمیر کی آواز کوئی دوسرا سنے یا نہ سنے لیکن انسان خود اس کے سننے سے قاصر نہیں رہتا اگرچہ وہ کتنے ہی بہانے کرے یا کتنی ہی سخن سازیاں کرے۔ سورۃ القیامہ میں فرمایا۔"بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرۃ" بلکہ انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے اگرچہ کتنے ہی بہانے کرے۔

کیونکہ انسان کا نفس لوامتہ ہر خلاف ضمیر حرکت پر اس کی سرزنش کرتا ہے اور یہ کہ وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی فطرت کو بالکل ہی مسخ کر ڈالے۔

یہ بات کہ انسان بدی کے بدی ہونے اور نیکی کے نیکی ہونے سے فطرتی اور طبعی طور پر واقف ہے اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے کے ظلم' جھوٹ' غیبت یا دوسروں کی برائی کو برائی ہی سمجھتا ہے۔ اور اس پر طعن و تشنیع اور نفرت کا اظہار کرتا ہے اگر وہ خیر و شر اور نیکی و بدی کے شعور سے عاری ہے تو دوسروں کے اندر شر اور بدی کا ادراک کس طرح کر لیتا

ہے۔

"اماشا کرلہو اما کفورا" کے ذریعے اس حقیقت کو نمایاں کر دیا گیا ہے۔ کہ انسان اختیار و ارادہ کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نیکی اور بدی خیر اور شر کا اختیار دیا ہے کہ وہ نیکی کا راستہ اپنا کر فلاح حاصل کر لے' چاہے تو بدی کا ارتکاب کر کے اپنے نفس کو آلودہ کر کے ناشکر بنے اور خائب و خاسر ٹھہرے۔

ان آیات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ بار امانت اٹھانے کی صلاحیت صرف انسان میں ودیعت کی گئی ہے اور اس سے میثاق اطاعت یا عہد ربوبیت لیا گیا ہے اور یہی عہد و میثاق اس اس خلافت کی اساس و بنیاد ہے جو آدم اور اسکی ذریت کو اس زمین میں حاصل ہوئی ہے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد و غایت :۔

جب یہ بات طے ہو گئی کہ انسان کی فطرت اس کا ضمیر اس کی عقل اور اس کا شعور انسان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ دین فطرت پر پوری راست بازی اور کامل وفاداری سے عمل پیرا ہو' کیونکہ قرآن نے انسان کی تخلیق کا مقصد اور غرض و غایت قرار دیتے ہوئے بیان فرمایا۔

وماخلقت الجن والانس الالیعبدون۔ ما ارید منھم من رزق وما اریدان یطعمون۔ ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین (سورۃ الذاریات پ۲۷ آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں نہ میں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ رزق کا سامان کریں اور نہ چاہتا ہو کہ وہ مجھے کھلائیں بلاشبہ اللہ ہی روزی رساں' زور آور' قوت والا ہے۔

یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے یہ چیز اس کی خلقت کی غایت اور اس کی زندگی کا نصب العین ہے ہر حالت میں اسے اس کی عبادت و اطاعت پر قائم رہنا ہے اس کی خاطر تو ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کو کسی چیز پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انسان اپنے مقصد حیات پر ڈٹا رہے گا تو اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی

ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے سے کسی پہلو سے عاجز نہیں۔ اگر انسان اپنے مقصد حیات سے انحراف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی کا انتظام ایسی راہوں سے کرے گا جن کا انسان کو گمان نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ بڑی محکم قوت وتدبیر کا مالک ہے سورۃ الطلاق میں فرمایا۔

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قدجعل اللہ لکل شیٔ قدرا۔ (پ ۲۸ آیت نمبر ۲۔۳)

اور جو اللہ کی حدود قیود کی پابندی اس سے ڈر کر کریں گے تو اللہ ان کے لئے راہ نکالے گا اور ان کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو گا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے اللہ اپنے کام پورے کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے۔

یعنی جو انسان اپنے مقصد حیات پر نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام وہدایات کی پابندی کرتا ہے۔ تو اسے اطمینان رکھنا چاہئے اگر اسے کوئی مشکل پیش آئے گی تو اللہ اس کے لئے راہ نکالے گا اسے حوصلہ ہار کر اللہ کی حدود قیود کی پابندی سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے اگر وہ مشکلات کے علی الرغم اللہ تعالیٰ کے احکام وہدایات کا احترام اور امتثال کرے گا تو اللہ تعالیٰ بالاخر اس کی راہ آسان کر دے گا اگر دینی احکام کی پابندی سے اسے معاشی واقتصادی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق فراہم کرے گا جہاں سے انسان کا گمان بھی نہ ہو گا۔ کیونکہ رزق کی فراہمی کی ذمہ داری اس کی ہے انسان کی ذمہ داری صرف اس کی اطاعت وبندگی ہے لیکن مشکلات کے حل اور معاشی دشواریوں سے نجات کی شرط صرف یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی ذات اور اس کی ہدایات وتعلیمات پر اعتماد وبھروسہ ہو۔ اگر انسان اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ ہر قسم کے حالات میں اس کی دست گیری فرمائے گا۔ کیونکہ وہ اسباب ووسائل کا محتاج نہیں۔ اسباب ووسائل اس کے تابع ہیں۔ اس لئے بندے کو یہ خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہئے کہ اگر وہ اپنے فریضہ بندگی واطاعت کی ادائیگی کی بنا پر ناساعد حالات میں گھر گیا۔ تو اللہ

تعالیٰ کی اس نصرت واعانت سے عاجز آجائے گا اور ان میں تبدیلی پیدا کر کے ان کو اس کے لئے ساز گار اور موافق نہیں بنا سکے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اسلئے اس کی مدد و نصرت کا ظہور بھی اپنے وقت مقررہ پر ہو گا۔

خلافت و رسالت کا سلسلہ :۔

قرآنی آیات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ اس کائنات میں صرف انس و جن ہی کو ارادہ و اختیار کی آزادی بخشی گئی ہے اور یہی چیز اس بات کی اساس و بنیاد بنی ہے کہ وہ بار امانت کا متحمل ہو سکے اور اس امانت کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور عبادت کو جن و انس کی تخلیق و پیدائش کا مقصد اور غایت قرار دیا گیا ہے۔ اور عبادت کا معنی ہے کہ انسان آپ پوری زندگی اس طرح گزارے جیسا کہ اس کا خالق و مالک چاہتا ہے۔ سورۃ یاسین میں فرمایا۔

الم اعهد اليكم يا بني ادم ان لا تعبدوا الشيطن انه لكم عدو مبين وان اعبدوني هذا صراط مستقيم (پ ۲۳۔ آیت نمبر ۶۰۔۶۱)

اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تمہیں یہ ہدایت و تلقین نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی بندگی و اطاعت نہ کرنا۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی بندگی و اطاعت کرنا یہی سیدھی اور درست راہ ہے۔

یعنی انسان کے لئے زندگی بسر کرنے کا صحیح اور سیدھا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے خالق کی اطاعت سے انحراف یا اعراض نہ کرے۔

انسان کی اطاعت کے امتحان و آزمائش کے لئے کسی میدان عمل یا کارگاہ کی ضرورت تھی تو اسکے لئے دنیا کو دار العمل بنا کر امتحان گاہ ٹھہرایا گیا اس لئے سورہ کہف میں فرمایا۔

انا جعلنا ما على الارض زينته لها لنبلوهم ايهم احسن عملا وانا لجاعلون ما عليها صعيدا جرزا (پ ۱۵ آیت نمبر ۸۔۷)

روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے سنگار بنایا ہے تاکہ ہم انسان کا

امتحان لیں کہ ان میں بہتر اور اچھے عمل کون کرتا ہے اور ہم بالاخر اس پر جو کچھ ہے سب کو چٹیل میدان کر کے رہیں گے۔

یعنی یہ دنیا دار الامتحان ہے جو اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے کہ ہم انسان کو عمل کا موقع دے کر یہ دیکھیں کہ کون اپنی عقل و تمیز اور ادراک و شعور سے کام لے کر اپنی فطرت کے تقاضے کو بروئے عمل لا کر آخرت کا طالب بنتا ہے اور کون اپنی فطرتی راہ چھوڑ کر عقل و شعور کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی خواہشات کا اسیر بن کر اس دنیا کا بندہ اور اس کا پرستار بنتا ہے اس امتحان کے تقاضے سے ہم نے اس دنیا کو اشیاء کے اندر دلکشی و رعنائی رکھی ہے اس کے مال و متاع اہل و عیال اس کے کھیت کھلیان اس کے باغ و بہار اس کے چمن و گلستان اسکے مرغزار و کہسار اس کے کارخانے اور فیکٹریاں اس کی رنگ برنگ کی سواریاں انواع واقسام کے ملبوسات گوناں گوں اور متنوع ماکولات و مشروبات اعلیٰ قسم کے محلات و مکانات اور اسکے عہدے اور مناصب میں بڑی کشش اور دل فریبی رکھی ہے اس کی لذتیں نقد اور عاجل ہیں اس کی تلخیاں پس پردہ اور نسیئہ میں لیکن یہ دنیا عارضی اور فانی ہے ایک دن اس کا سب کچھ ختم ہو جائے گا۔

سورۃ آل عمران میں اس کی مزید تفصیل و تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن الماب۔

(پ ۳ آیت نمبر ۱۴)

لوگوں کی نگاہوں میں مرغوبات دنیا عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی کھبادی گئی ہے یہ دینوی زندگی کے سروسامان ہیں اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ مرغوبات دنیا آنکھوں میں اسطرح کھب جاتی ہیں کہ انسان اس کے اثر

و نتیجہ میں ان کا بے دام غلام ہو کر رہ جاتا ہے اور اس وجہ سے اپنی فطرت اور شریعت کے جادہ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

گویا انسان کا امتحان یہ ہے کہ دنیا کا بندہ بنتا ہے یا آخرت کا بندہ بن کر زندگی گزارتا ہے۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے یا آخرت کی خاطر دنیا کو قربان کرتا ہے۔

اس امتحان کی بنا پر انسان کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے حضرت آدم علیہ السلام جن سے نسل انسانی کا آغاز ہوا ہے ان کے بارے میں فرمایا۔

واذقال ربک للملائکتہ انی جاعل فی الارض خلیفتہ (آیت نمبر ۳۹ البقرہ)

اور یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

عمومی اعتبار سے فرمایا۔ وھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلو کم فی ما اتا کم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم (پ ۸ آیت آخری سورۃ انعام)

اور وہ وہی جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کئے تاکہ جو کچھ تمہیں بخشا ہے اس میں تمہیں آزمائے بے شک بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اس میں خطاب عام ہے گویا ہر انسان ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اس کو زمین میں خلیفہ بنایا گیا ہے پھر اسکی آزمائش و امتحان کے لئے سب کو دنیا میں یکساں مرتبہ و مقام نہیں دیا۔ تکوینی طور پر کوئی مال دار ہے کوئی فقیر، کوئی تندرست ہے کوئی بیمار کوئی عزیز و قوی ہے اور کوئی ذلیل و ضعیف کوئی حاکم ہے کوئی محکوم اس طرح بے شمار مراتب و درجات ہیں انسان دنیا میں مختلف حالات سے گزرتا ہے اور یہ سب اس کے امتحان کے مراحل ہیں کہ کون اس اطاعت پر قائم ہے اور کون بغاوت و سرکشی اختیار کرتا ہے لیکن سب کا انجام، جزا و سزا کا جلد ہی ظہور ہو گا۔

خلیفہ کا مفہوم :۔ امام راغب لکھتے ہیں الخلافتہ النیابہ عن الغیر اما لغیبتہ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما لتشریف المستخلف۔

خلافت دوسرے کی نیابت کو کہتے ہیں منوب عنہ کے غائب ہونے کی بناپر ہو یا اس کے کمزور وعاجز ہونے کی بناء پر یا جس کو خلیفہ بنایا گیا ہے کہ اس کی تشریف و تکریم کی بناء پر۔

گویا انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جو زندگی کی مخصوص دائرہ میں آزادی ملی ہے کہ وہ اپنے ارادہ واختیار سے تصرف کر سکتا ہے یہ ارادہ واختیار چونکہ امتحانی مقصد کے لئے دیا گیا ہے اس لئے اس کی تحدید تقیید کر دی گئی ہے کہ تم نے اپنے تشریعی دائرہ کو تکوینی دائرہ کے ہم آہنگ اور موافق بنانا ہے تاکہ تم جس طرح اپنے تکوینی وتقدیری دائرہ کائنات کے ہم رنگ اور ہم آہنگ ہو۔ تشریعی دائرہ میں بھی اس کے ساتھ یکسانیت پیدا کرو۔ اس تحدید تقیید کو خلافت سے تعبیر کیا ہے کہ انسان کا کام اپنا حکم وامر چلانا نہیں ہے بلکہ وہ مامور اور پابند ہے کہ اللہ کے حکم وامر کا امتثال کرے۔ اس لئے انسان کا یہ تصرف اپنے خلیفہ بنانے کی مقرر کردہ حد کے اندر ہونا چاہئے اب چونکہ ہر انسان کے لئے یہ جاننا ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور ان کے ذریعہ اپنا دین یا ضابطہ حیات اور دستور العمل نازل فرمایا۔ اس لئے جب سب سے پہلے جوڑے کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس سے خلافت کا آغاز ہوا ہے تو ساتھ ہی اسے ارشاد فرمایا۔ قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم عدو فاما یاتینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ومن اعرض عن ذکری فانہ لہ معیشتہ ضنکا ونحشرہ یوم القیامتہ اعمی (پ۱۶ آیت نمبر ۱۲۳۔ ۱۲۴)

فرمایا تم سب یہاں سے اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے پس اگر تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ وہ گم راہ ہو گا اور نہ محروم رہے گا اور جو میری یاد دہانی سے اعراض کرے گا تو اسکے لئے تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے

اندھا اٹھائیں گے۔ اس میں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا گیاتو اس کو یہ بات بتادی گئی تھی۔ کہ ابلیس تمہارا دشمن ہے وہ تمہارا راستہ روکے گا اس لئے اس کی پیروی نہ کرنا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی۔ ہم تمہیں ضابطہ حیات بخشیں گے اگر تم ان کی روشنی میں چلوگے تو تم راہ راست پر قائم رہو گے اگر اس کو نظرانداز کردو گے تو راہ راست سے بھٹک جاؤ گے اور انجام کار جنت سے محروم ہوجاؤ گے اور دنیا میں اس انحراف واعراض کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ تم زندگی میں سکون وطمانینت اور فراغ خاطراور شرح صدر سے اور دنیا میں اس انحراف واعراض کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ تم زندگی میں سکون وطمانینت اور فراغ خاطراور شرح صدر سے محروم ہوجاؤ گے کیونکہ زندگی میں لطف اور تسکین تو میری یاد دہانی پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے سورۃ نحل میں اس حقیقت کو یوں تعبیر کیا گیا ہے ومن عمل صالحامن ذکر او انثی وھومومن فلحیینہ حیوۃ طیبتہ ولنجزینھم اجرھم باحسن ماکانوا یعملون (پ ۱۴ آیت نمبر ۹۷)

جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت جبکہ وہ ایمان پر ہے تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ہم ان کو ان کے اچھے کاموں کے عوض ضرور اجر دیں گے۔

اس آیت میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ایماندار ہو ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے یعنی اسکو طمانینت وسکینت حاصل رہے گی۔ اور وہ دین کی خاطر ہر قربانی بڑی خوش دلی اور دل جمعی سے پیش کرے گا دین کی راہ میں موت بھی خندہ پیشانی سے قبول کرے گا۔ دین کی خاطر پیش آنے والی کوئی مشکل اور پریشانی اس کو مضطرب اور بے چین نہیں کرسکے گی۔ یہاں یہ بھی خیال رہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کو ذکر یعنی یاد دہانی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انسان کی فطرت کا جو تقاضا ہے وہی اسے یاد دلایا گیا ہے خارج سے کوئی چیز اس پر مسلط نہیں کی گئی اس لئے جو انسان اپنی فطرت کا تقاضا نظرانداز کرتا ہے اس کو مردہ سے تعبیر کیا گیا ہے سورۃ انعام میں فرمایا۔

او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منہا کذالک زین للکفرین ما کانوا یعملون (انعام آیت نمبر ۱۲۲)

کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک روشنی بخشی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے اس کے مانندہ ہو گا جو تاریکیوں میں پڑا ہے اس سے نکلنے والا نہیں ہے اس طرح کافروں کی نظر میں ان کے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں کافر انسان کو مردہ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ جب انسان اپنے مقصد زندگی کو پورا نہیں کر رہا۔ جبکہ اسکی اہلیت وصلاحیت اس میں پیدا کر دی گئی تو وہ زندہ نہیں مردہ ہے کیونکہ اس نے اپنی فطرت مسخ کر ڈالی ہے جس طرح وہ آگ جو جلانا چھوڑ دے آگ نہیں جو پانی پیاس بجھانا چھوڑ دے وہ پانی نہیں اس طرح جو زندہ اپنا مقصد زندگی چھوڑ دے وہ زندہ نہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

زندگی از بہر طاعت و بندگی است
بے عبادت زندگی شرمندگی است

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

گویا وہ انسان زندہ ہے جو ہدایت الٰہی کی پیروی کرتا ہے جو ایسا نہیں کرتا وہ زندہ کہلانے کا حق دار نہیں۔ اس لئے وحی کو روح سے تعبیر کیا گیا ہے فرمایا۔

ینزل الملائکتہ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون (پ آیت نمبر ۲ سورۃ نحل)

وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے نازل کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے کہ لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی لائق بندگی واطاعت الٰہ نہیں تو میری مخالفت سے بچو۔

آدم علیہ السلام کو فرد اور خلیفہ کی حیثیت سے زمین پر بھیجا گیا ان سے نسل انسانی کا آغاز ہوا اس وقت کے ابن آدم کے لئے بطور ضابطہ حیات وحی کا نزول شروع ہوا اور وحی کی روشنی میں زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی کیونکہ وحی ہی ایسی روشنی ہے جو حیات بخش ہے اور زندگی کی راہوں کی مستنیر کرتی ہے جب تک اس سے کسب فیض نہ کیا جائے زندگی کی راہیں تاریک رہتی ہیں اس لئے وحی کو نور سے تعبیر کیا گیا کہ جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا ہم نے قرآن کو نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم ہدایت کرتے ہیں بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں (شوریٰ)

قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔ فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا (تغابن)

آدم علیہ السلام پہلے خلیفہ اور پہلے نبی ہیں جنہوں نے اسلام کی حکومت قائم کی ہے کیونکہ وہ دین فطرت جس کی پابندی کے لئے انسان مامور ہے اس کا نام اسلام ہے "ان الدین عند اللہ الاسلام" یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے دوسری جگہ فرمایا "ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین"

جو کوئی اسلام کے سوا اور ضابطہ ودستور تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ انجام کار دنیا آخرت میں تباہ کاروں اور ناکاموں سے ہوگا۔

اس طرح اسلامی حکومت خلافت کا آغاز ہوگیا اور یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔

انبیاء و رسل زمین پر اسلام کے نفاذ کے لئے آتے رہے۔ وہ انسانوں کو اسلام کی تعلیم دیتے اس کے مطابق ان کی تربیت کرتے اور اللہ کے احکام و قوانین کی تنفیذ فرماتے۔ ہر دور کے ظروف واحوال اسوقت کے مسائل وضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات اترتی رہیں جب لوگ ان سے انحراف کرتے یا نئے حالات و ظروف کے مطابق نئے احکام اور

نئی ہدایات کی ضرورت پیش آتی تو انبیاء ورسل کے ذریعہ نئی ہدایات بھیج دی جاتیں۔

آدم علیہ السلام کے دور میں انسانیت کا دور طفولیت سے تھا اس لئے اس کے مطابق ہدایات نازل ہوئیں جیسے جیسے نسل انسانی میں اضافہ ہوتا گیا ظروف وحالات بدلتے گئے انسانیت نشو ونما پاکر ترقی کے مراحل طے کرتی گئی نئے انبیاء ورسل تشریف لاتے رہے اور حالات کے مطابق آسمانی ہدایات کا نزول ہوتا رہا ہر انسان چونکہ اسلام کا پابند ہے اس لئے جس قدر اسلام پر عمل کرنے والی جماعت وجود پذیر ہوتی ہے اس کے مطابق اسلامی حکومت قائم ہو جاتی۔ اگر انسان اس سے انحراف کرلیتے ہیں تو اسلامی حکومت بھی زوال کا شکار ہو جاتی۔ شخصی وانفرادی طور پر ہر انسان مسئول ہے اس لئے اسلامی حکومت کے قیام میں ہر ایک کا دخل اور حصہ ہے اور اس کے قیام کا انحصار اور دارو مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے جب ایسی جماعت قائم ہو جائے جس کا ہر فرد یا کم ازکم غالب اکثریت کی زندگیوں میں اسلام عملی طور پر جلوہ فگن ہو۔ تو اسلامی حکومت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ جیسے جیسے عمل وایمان میں مسلمان بڑھتے جائیں گے اسلامی حکومت وسعت پذیر ہوتی جائے گی۔

آپ سے پہلے محدود علاقوں اور محدود قوموں کی طرف محدود وقت کے لئے پیغمبر آتے رہے ان پر ایمان لانے والوں کی مناسبت سے اسلامی حکومت قائم ہوتی رہی جب انبیاء کے پیروکار اسلام سے انحراف کرتے تو وہ حکومت وسلطنت سے محروم ہوتے رہے یا برائے نام اسلامی حکومتیں قائم ہوتی رہیں۔

امامت وخلافت کے حقدار :۔

اسلام پر عمل پیرا ہونے سے صرف آخرت ہی نہیں بنتی۔ دنیا بھی سنورتی ہے سورۃ نحل میں فرمایا۔

للذین احسنو فی ھذہ الدنیا حسنۃ ولدار الاخرۃ خیر ولنعم دار المتقین (پ ۱۴ آیت نمبر ۳۰)

جن لوگوں نے بھلائی کی راہ اختیار کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی حسنہ بھلائی ہے اور

آخرت کا گھر تو اس سے کہیں بہتر ہے اور کیا ہی خوب ہے اہل تقوی کا گھر یہاں بہتر طرز عمل کا صلہ و بدلہ حسنہ قرار دیا گیا ہے اور دوسروں کی محکومی و غلامی حسنہ نہیں ہے اس لئے ایک جگہ فرمایا۔

فقد اتینا ابراہیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکا عظیما

ہم نے عنایت کی آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور ہم نے ان کو عظیم سلطنت بخشی۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی جب اللہ تعالی کسی قوم کو کتاب و حکمت کی نعمت عطا فرماتا ہے اور وہ قوم پوری وفاداری اور سچی شکر گزاری کیساتھ اس کو قبول کر لیتی ہے تو اسکے ثمرہ ونتیجہ کے طور پر امامت و خلافت یعنی اقتدار و سلطنت بھی مل جاتا ہے اور سورۃ قصص میں فرمایا

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وہامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون (پ۲۰ آیت نمبر۵-۶)

اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو ملک میں دبا کر رکھے گئے تھے اور ان کے ہاتھوں وہ دکھائیں جس کا وہ اندیشہ رکھتے ہیں۔

ان آیات سے پہلے یہ آیت ہے ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم ویستحی نساءھم انہ کان من المفسدین (آیت نمبر۴)

بے شک فرعون سرزمین مصر میں بہت سرکش ہو گیا تھا اور اس نے اس کے باشندوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو اس نے دبا رکھا تھا۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کر چھوڑتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ زمین میں فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔

یعنی فرعون زمین میں اس کے اصل خالق و مالک کی مرضی اس کی ہدایات و تعلیمات اور احکام و فرامین کو نظر انداز کر کے خدا بن بیٹھا تھا اور اپنی من مانی کرتا تھا۔ اللہ تعالی کے بندوں کو

اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت میں داخل کرنے کی بجائے انا ربکم الاعلیٰ کہہ کر ان سے اپنی بندگی واطاعت کرواتا تھا۔ اور اپنی ربوبیت و حکومت قائم رکھنے کے لئے ملک کے باشندوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک گروہ کو دبا کر اور غلام بنا رکھا۔ اور ان پر اس قدر ظلم وستم روا رکھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا کہ وہ قوت وطاقت حاصل کر کے اس کی حکومت کے لئے خطرہ نہ بن جائیں حالانکہ ایک حکمران کی حیثیت سے یہ بات اس کے لئے جائز نہیں تھی کہ وہ رعایا کے درمیان کوئی تفریق وامتیاز کرے جبکہ زمین کے اصل خالق ومالک نے سب کے لئے راعی ورعیت کے لئے بلاامتیاز و تفریق ایک ہی قانون اور ایک ہی نظام عدل ومساوات مقرر کیا ہے' اور زمین میں جس کو بھی حکمرانی کا منصب عنایت کرتا ہے اس سے چاہتا ہے کہ وہ ظلم وجبر کی بجائے عدل وامن قائم کرے لہٰذا جب فرعون انا ربکم الاعلیٰ سمجھ کر من مانی شروع کی اور اپنی سلطنت کے استحکام و مضبوطی اور بقاء کے لئے ایک طبقہ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا تو ہم نے چاہا اس مظلوم ومقہور طبقہ پر احسان کریں ان کو دینی پیشوائی بخشیں اور ظالموں کو مٹا کر مظلوموں کو زمین کی وراثت و خلافت عطا کریں اس طرح اللہ کا یہ ارادہ ہوا کہ دبائے ہوئے بنی اسرائیل کو اقتدار و اختیار اور ایک مضبوط وطاقتور حکومت عطا کرے فرعون وہامان اور ان کی قوموں کو وہ چیز دکھا دے جس کا وہ اندیشہ رکھتے تھے اس سکیم کے بروئے کار لانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معبوث فرمایا آپ کو فرعون نے گھر رکھ کر پالا پوسا۔

بقیہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور بن دیکھے اللہ اور رسول کی مدد کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے تو عمیرؓ بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمرؓ بن خطاب نے کہا "ذرا اس اندھے کو دیکھو جو اللہ کی اطاعت میں کس قدر متشدد ہے" آنحضورؐ نے فرمایا اندھا نہ کہو وہ بینا ہے وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمیرا البصیر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ہی عمیر البصیر (بینا صحابی) رکھ دیا۔

عمیرؓ جب واپس گاؤں پہنچے تو مقتولہ کی تدفین ہو رہی تھی انہیں دیکھ کر لوگ ان کی طرف لپکے اور کہا اے عمیرؓ کیا یہ تیری کارستانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں تم میرے خلاف

باقی صـ ۷ پہ